عورت کی سیاسی سرگرمیاں۔ شرعی نقطۂ نظر سے

ڈاکٹر یوسف قرضاوی (قاہرہ یونیورسٹی مصر)

ترجمہ: پروفیسر حافظ خالد محمود ترمذی، گورنمنٹ ڈگری کالج نمبر ۲، ڈیرہ اسماعیل خان

تعارف ڈاکٹر یوسف قرضاوی

یوں تو ڈاکٹر صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں لیکن اتنا عرض کردینا ضروری ہے کہ حال ہی میں برونائی کے سلطان نے آپ کی اسلامی خدمات کے اعتراف میں آپ کو ایک ایوارڈ دیا جس کی مالیت مبلغ ۵۰ ہزار ڈالر ہے جو آپ نے آکسفورڈ کے مرکز دراسات اسلامیہ (Islamic Centre) کو بطور عطیہ دے دیا۔ اس سے قبل آپ شاہ فیصل عالمی ایوارڈ بھی لے چکے ہیں۔ حکومت ملائشیا نے بھی آپ کی علمی وادبی خدمات کے اعتراف میں آپ کو علمی ایوارڈ سے نوازا۔ نیز یہ بات یہاں قابل ذکر ہے کہ بچپن میں دس سال کی عمر میں جب آپ نے قرآن مجید حفظ کیا تھا تو آپ کو سو جنیہ مصری انعام ملے تھے جو آپ نے اپنے مدرسے کو دے دیے تھے جن کی مالیت آج کے ۱۰۰۰ مصری جنیہ بنتی ہے۔ موصوف قاہرہ یونیورسٹی میں فقہ اسلامی کے پروفیسر ہیں۔ (مترجم)

مغرب میں عورت کی آزادی کا بڑا چرچا کیا بڑا چلن ہے وہ زندگی کے ہر شعبہ میں مرد کے شانہ بشانہ کام کر رہی ہے یا کرنے پر مجبور کردی گئی ہے۔ وہاں مردوزن کی مساوات و آزادی عملاً تسلیم کی جاچکی ہے لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ وہاں اسے ووٹ کا حق بہت دیر سے ملا ہے۔ نیز جن مناصب پر وہ کام کر رہی ہے اسی منصب پر مرد کی بنسبت اسے آج بھی کم مشاہرہ دیا جاتا ہے۔ اسی بنیاد پر کہ وہ چھٹیاں بہت کرتی ہے یا اسے کرنا پڑتی ہیں۔ یعنی وہاں ابھی بھی عورت امتیازی سلوک کا شکار ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ عورت کی نام نہاد آزادی اور مساوات ایک چال ہے۔ جس میں مرد کی ہوس نے اسے پھنسادیا ہے ورنہ عورت عورت ہے اور مرد بہر حال مرد خواہ وہ امریکہ کا ہو یا یورپ کا یا ایشیا اور افریقہ کا۔ مردانگی اس کا جوہر ہے اور نسوانیت عورت کا زیور۔ ان دونوں میں جسم وساخت اور مزاج وعادات واطوار کے اعتبار سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ان کے وظفیہ جات بھی جدا جدا ہیں اور یہی انفرادیت ان کی شناخت ہے۔ ان کو خلط ملط نہیں کیا جاسکتا۔ جن کو خالق حقیقی نے جدا جدا پیدا

کیا ہے،انہیں انسان کیسے ایک کرسکتا ہے۔ یہ ایک غیر فطری فعل ہے۔ جو فطرت سے بغاوت کے مترادف ہے۔ بہرحال اس نام نہاد آزادی اور مساوات کے باوجود یورپ وامریکہ میں میدان سیاست میں عورت کا وجود خال خال نظر آتا ہے بلکہ اس کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔ صرف ایک واحد مثال برطانیہ کی سابق وزیر اعظم مسز مارگریٹ تھیچر کی ہے یا امریکہ میں واحد مثال وزیر خارجہ مس ایلبرائٹ کی ہے۔

لیکن اس کے برعکس جنوبی ایشیا میں عموماً اور پاک وہند میں خصوصاً اس کی کئی مثالیں موجود ہیں ۔چنانچہ انڈیا میں آں جہانی اندرا گاندھی، پاکستان میں بے نظیر بھٹو دو مرتبہ وزیر اعظم رہ چکی ہیں، بنگلہ دیش میں حسینہ واجد وزیر اعظم ہیں ۔ اس سے قبل خالدہ ضیاء وزیر اعظم تھیں۔ سری لنکا میں ماں ، بیٹی وزیر اعظم اور صدر ہیں۔ اب کانگریس میں سونیا گاندھی میدان میں آئی ہیں۔ محترمہ فاطمہ جناح مرحومہ صدارتی انتخاب میں امیدوار تھیں ۔ بیگم رعنا لیاقت علی گورنر اور سفیر رہی تھیں۔ ترکی کی مادام تانسو چلر اور بہت سی مثالیں ہیں لیکن ان سب مثالوں سے کیا یہ لازم آتا ہے کہ عورت کا سیاست میں حصہ لینا اسلام میں جائز ہے؟ اگر صورت حال یہ نہیں ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ اس بارے میں اسلام کی تعلیمات کیا ہیں؟ مصر معروف عالم دین اور قانون دان علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اس سوال کا کافی اوشافی دلائل سے جواب دیا ہے۔ جو کویت کے عربی مجلہ "المجتمع" میں شائع ہوا ہے۔ ذیل کی سطور میں اس کا ترجمہ پیش ہے۔

پہلی دلیل: علامہ قرضاوی صاحب پہلی دلیل ان لوگوں کے رد میں جو عورت کے سیاست میں حصہ لینے کے قائل ہیں ۔ اس آیت قرآنی سے لاتے ہیں (راقم قرآنی آیات کے احترام کے پیش نظر آیت کے صرف ترجمے پر اکتفا کرتا ہے)

(ترجمہ) اور تم اپنے گھروں میں قرار پکڑو (الاحزاب:۳۳) جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم صرف امہات المومنین یا ازواج نبی ﷺ کیلئے خاص ہے تو کیا دوسری مسلمان عورتوں کو آزادی ہے کہ وہ کھلی گائے کی طرح گلیوں میں بازاروں میں پھرتی رہیں۔ بلامقصد ۔ آپ اس کے رد میں اس آیت سے قبل والی آیت سے استنباط کرتے ہیں۔

(ترجمہ) اے نبی کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقوی اختیار کرو تو تم (نامحرم سے) بولنے میں (جبکہ بضرورت بولنا پڑے) نزاکت مت کرو (اس سے) ایسے شخص کو (طبعاً) خیال فاسد پیدا ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے (الاحزاب:۳۲)

آیت مندرجہ بالا میں تو خطاب ہی امہات المؤمنین سے ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ دیگر مسلمان عورتیں نامحرم مردوں سے نزاکت سے باتیں کریں؟ ہر گز نہیں۔ امہات المؤمنین بھی حضور اکرم ﷺ کی طرح تمام مسلمان مرد وزن کیلئے نمونہ ہیں۔ اسی طرح آیت کریمہ اے نبی ﷺ جس چیز کو اللہ نے آپ کیلئے حلال کیا ہے۔ آپ (قسم کھا کر) اس کو (اپنے اوپر) کیوں حرام فرماتے ہیں۔ پھر (وہ بھی) اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے۔ اور اللہ تعالی بخشنے والا مہر بان ہے (التحریم:۱) میں چونکہ خطاب نبی اکرم ﷺ سے ہے اس لئے عام لوگ حلال کرسکتے ہیں؟ نیز یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی کام سے کسی بڑے آدمی کو منع کردیا جائے تو عام آدمی کو تو اس سے پہلے باز آجانا چاہیے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب آپ عوام کو کسی کام سے روکنا چاہتے تو اپنے اہل وعیال کو اکٹھا کر کے پہلے انہیں اس سے روکتے اور کہتے کہ اگر انہوں نے پھر بھی یہ کام کیا تو انہیں دگنی سزادوں گا۔ لوگوں کے نفوس کی اصلاح کا یہ طریقہ قرآن پاک کے اوامر و نواہی کی عملی تفسیر تھی۔

دوسری دلیل: آج کی عورت گھر سے باہر کے کاموں میں عملاً حصہ لے رہی ہے۔ وہ حصول تعلیم کیلئے سکول و کالج اور یونیورسٹی جاتی ہے۔ بطور معلمہ تعلیم بھی دے رہی ہے۔ ہسپتالوں میں بطور نرس اور ڈاکٹر کے کام کر رہی ہے بلکہ اب تو مغرب کی نقالی میں زندگی کے ہر شعبہ میں مثلاً ریڈیو ٹی وی اور فلم میں اخبارات و رسائل میں بطور صحافی و ایڈیٹر دفاتر میں حتی کہ پولیس اور ضلعی انتظامیہ میں بھی کام کر رہی ہے۔ بزنس میں اپنے جوہر دکھا رہی ہے اور کوئی اس پر نکیر نہیں کرتا تو گھر سے باہر اس کے ان کاموں پر عوامی اجماع کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ پارلیمنٹ کی رکنیت کیلئے انتخاب میں حصہ لینا بھی جائز ہے۔

تیسری دلیل: ان لوگوں کے جواب میں جو یہ کہتے ہیں کہ عورت کو گھر کی چار دیواری میں محدود کردینا۔ گویا اس کو قید کردینے کے مترادف ہے اور قرآن کی رو سے یہ تو صرف اسی وقت جائز ہے جب اس نے کسی بدکاری کا ارتکاب کیا ہو۔ فرمان الہی ہے" اور جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں تمہاری بیبیوں میں سے ----- تو تم ان کو گھروں کے اندر مقید رکھو یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کردے یا اللہ ان کیلئے کوئی اور راہ تجویز فرمادیں (النساء:۱۸)

وہ کہتے ہیں کہ پارلیمانی انتخاب سے عورت کو روکنے کا مطلب گویا یہ ہے کہ اسے گھر کی چار دیواری میں قید کردیا۔ لیکن مصلحت اس میں یہ ہے کہ مسلمان عورت بہت اشد ضرورت کے وقت گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور اس کی کچھ حدود ہیں اور انتخابات میں حصہ لینا اس میں شامل نہیں ہے نہ ہی

یہ اس کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس طرح اسے گھر سے باہر زیادہ وقت گزارنا پڑے گا۔ جلسوں سے خطاب اور جلوسوں کی قیادت کیلئے جیسا کہ مرد سیاستدانوں کو کرنا پڑتا ہے اور حدیث شریف کے احکام یہ ہیں کہ عورت کی نماز اپنے گھر میں افضل ہے اس کی مسجد میں نماز سے اور پھر اپنی کوٹھڑی (کمرے) میں نماز افضل ہے گھر کے صحن میں نماز سے۔ یہ حدیث اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ عورت کی عبادت بھی پردے میں زیادہ سے زیادہ پوشیدہ جگہ میں افضل ہے حالانکہ مردوں کیلئے نماز باجماعت انفرادی نماز سے ۲۷ گنا افضل ہے لیکن عورت کو جماعت میں حاضری سے مستثنیٰ کر کے اسلام نے بہت سے ان مفاسد کا سد باب کردیا ہے جن کا اس کی جماعت میں حاضری کی وجہ سے قوی احتمال تھا۔ اس کے عام اختلاط کی وجہ سے۔ اسی طرح عورت کو اپنے شوہر کی وفات پر عدت میں بیٹھنے کا حکم ہے۔ اسے تو کوئی قید تصور نہیں کرتا نہ عورت نہ عورتوں کے ہمدرد۔ نیز سیاسی تگ و دو کیلئے عورت کو ملک اور بیرون ملک سفر کرنا پڑیں گے اور عورت حج و عمرہ جیسے مقدس فریضے کی ادائیگی کیلئے بھی بغیر محرم کے سفر نہیں کرسکتی چہ جائیکہ عام سفر یا سیاسی سفر وغیرہ (مترجم)۔

چوتھی دلیل: یہ فرمان الٰہی ہے "مرد حاکم ہیں عورتوں پر (النساء: ۳۴) یعنی ازدواجی زندگی میں مرد خاندان کا سربراہ ہوتا ہے اور وہی مسئول اور منتظم ہوتا ہے۔ عورت کہیں بھی حتی کہ مغرب میں بھی خاندان کی یا گھر کی سربراہ نہیں مانی جاتی محاورتاً اسے گھر کی ملکہ ضرور کہا جاتا ہے۔ بادشاہ کہیں بھی نہیں جانا جاتا یعنی عورت مرد کی سربراہ نہیں ہوسکتی یعنی جو عورت ایک چھوٹے سے گھر کی سربراہ نہیں ہوسکتی وہ پوری مملکت یا ملک کی سربراہ کیسے ہوسکتی ہے؟ اسے بعض امور میں ولایت ضرور حاصل ہے جیسے فتویٰ، اجتہاد اور تعلیم و تربیت وغیرہ۔ اس پر علماء کا اجماع ہے اور اس پر گزرے زمانوں میں عمل بھی ہوتا رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسمبلی کی رکنیت یعنی عملی سیاست کیلئے جس قدر تگ و دو اور بھاگ دوڑ کی ضرورت ہوتی ہے وہ ایک پر مشقت اور انتہائی کٹھن کام ہے جو گھر کی سربراہی سے بھی زیادہ کٹھن ہے۔ اس مقصد کیلئے اسے اپنے گھریلو فرائض یعنی شوہر کی خدمت، اولاد کی پرورش اور تعلیم و تربیت کیلئے کم وقت دینا پڑے گا۔ یا یوں کہیں کہ اپنے اصل فرائض سے غفلت برتنا پڑے گی۔ اس سے ظاہر ہے گھر کا نظام درہم برہم ہونے کا احتمال ہے جب گھر کا نظام ہی ابتر ہوجائے جو ایک بنیادی اکائی ہے مملکت کی تو پھر پوری مملکت کا نظام کیسے صحیح چل سکتا ہے؟ یعنی عورت کا گھر میں موجود رہ کر گھریلو فرائض منصبی بہ احسن طور انجام دینا گھر سے باہر وجود سے زیادہ مسعود اور بہتر ہے اور اس کے گھر

سے بلاوجہ یعنی شرعی ضرورت کے بغیر نکلنے میں مفاسد ہی مفاسد ہیں۔ اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ کوئی فلاح نہیں ہے۔ اس میں جو مفاسد پوشیدہ ہیں وہ ہر کہہ دمہ پر عیاں ہیں کہ اخبارات اغوا و قتل کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔

یہ درست ہے کہ دین کی تبلیغ یعنی نصیحۃ فی الدین اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر علماء وائمہ اور عوام و خواص سب پر یکساں واجب ہے اور اس پر صرف مردوں کا ہی حق نہیں ہے عورت کا بھی حق ہے۔ تو کیا اس کیلئے اسمبلی کی رکنیت ہی شرط ہے؟ یہ کام تو ہر عورت اپنے دائرہ کار یعنی اپنے عزیز واقارب میں بخوبی کر سکتی ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب عہد نبی ﷺ کی مشہور خواتین کی مثالیں دے کر اپنی بات واضح کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ اور حضرت سمیہؓ کی مثالیں موجود ہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنی تمام دولت اسلام کی خدمت اور اشاعت کیلئے نچھاور کردی۔ اپنا تمام وقت اپنے عظیم شوہر اور اپنی عظیم بیٹیوں کیلئے وقف کردیا۔ انہوں نے ہر دکھ سکھ میں آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ حضرت سمیہؓ کے پورے خاندان نے مشرکین مکہ کی اذیتوں پر بے مثال صبر کیا پھر آپ فرماتے ہیں کہ عہد نبوی ﷺ میں عورتوں کا جہاد میں حصہ لینا اسی قدر محقق ہے کہ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ اور پیاسے مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں۔ صرف ام عمارہؓ کی منفرد مثال ہے کہ انہوں نے غزوۂ احد اور یمامہ میں قتال کیا جس کی آپ ﷺ نے تحسین فرمائی مرفیدہ اسلمی کی مثال ہے کہ انہوں نے غزوہ خندق میں حضرت سعد بن معاذ کا علاج کیا یعنی اس عہد کی خواتین نے بڑے اہم رول ادا کیے جو کسی صورت مردوں کے رول سے کم نہیں۔ لیکن اگر سیاست میں عورت کا حصہ لینا ضروری ہوتا تو اس سے زیادہ اس کا مردوں کے شانہ بشانہ عملی جہاد میں حصہ لینا ضروری ہوتا جبکہ اوائل اسلام میں مسلمانوں کی قلت تعداد کے پیش نظر اس کی اشد ضرورت بھی تھی لیکن اسلام نے عورت کی فطری جبلت کا لحاظ کرتے ہوئے اس پر عملی جہاد میں حصہ لینا موقوف کردیا۔

مترجم کی رائے میں عہد نبوی ﷺ کی خواتین کا جو دوسرا اہم کردار رہا ہے وہ یہ ہے کہ گو انہوں نے عملی جہاد میں حصہ نہیں لیا لیکن ان عظیم المرتبت ماؤں نے مجاہدین غازی اور شہید بیٹوں کو کو جنم دیا ان اولوالعزم اور باوفا بیبیوں نے اپنے خاوندوں کو بہنوں نے اپنے پیارے بھائیوں کو جہاد اور شہادت کی ترغیب دی۔ آج کی مسلمان عورت کا بھی یہی فریضہ ہے کہ مجاہد غازی اور شہید بیٹے پیدا کرے انہیں جہاد کیلئے ابھارے۔ مسلمان بیویاں اپنے شوہروں بہنیں اپنے بھایوں کو جہاد اور شہادت کی ترغیب دیں کیونکہ آج کے عالم اسلام کے تمام سیاسی اقتصادی سماجی اور معاشرتی مسائل کا حل جہاد میں مضمر ہے۔

سیاست میں مسلمان عورت کے حصہ لینے سے یہ کام افضل اور اہم ہے وہ مجاہدوں ،غازیوں اور شہیدوں کی مائیں بہنیں اور بیویاں کہلائیں کیونکہ آج ہنود و یہود ، فرانس ، یورپ اور امریکہ و روس میں اہل کتاب اور مشرکین پھر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد ہوگئے ہیں۔ جیسے صلیبی جنگوں میں اور اوائل اسلام میں متحد ہوگئے تھے۔

پانچویں دلیل: ان لوگوں کے جواب میں جو ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا جنگ جمل میں حصہ لینے کو دلیل بناتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عائشہؓ جیسی علم و فضل اور جمال و کمال والی عورتیں شاذ ہی پیدا ہوتی ہیں۔ ایک عرب شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ولو ان النساء کمثل صلبزی ۔ لفضلک النساء علی الرجال

ترجمہ: اگر تمام عورتیں حمیرا (حضرت عائشہؓ) ایسی ہوتیں تو عورتیں ضرور مردوں پر فضیلت کی بازی لے جاتیں۔

لیکن آپ نے قصاص حضرت عثمانؓ کیلئے اس میں شرکت کی جو ایک واجب تھا۔ بہرحال آپ نے اس قتال میں عملاً شرکت نہیں کی آپ اپنے اونٹ پر ہودج میں موجود بلکہ مستور رہیں اپنے معنوی بیٹوں سے مستور رہیں اسی لئے اس جنگ کا نام جنگ جمل پڑگیا۔ مترجم کی رائے یہ ہے کہ حضرت عائشہ جیسی عبقری شخصیت کی موجودگی میں امیرالمؤمنین حضرت عثمانؓ کی شہادت سے جو سیاسی بحران امتِ مسلمہ میں پیدا ہوا ۔ پھر بھی ان اجل صحابہ کرامؓ نے جو دینی مسائل اور سیرت نبوی ﷺ کے بارے میں آپ کی ذات والاصفات سے رہنمائی حاصل کرتے تھے سیاسی رہنمائی کیلئے بہرحال امیر المؤمنین حضرت علیؓ کا انتخاب کیا۔ یعنی سیاسی رہنمائی عورت کے مزاج کے خلاف ہے۔ اسے سیاست کے میدان میں گھسیٹنا نہ صرف عورتوں پر ظلم ہے بلکہ مردوں پر بھی ظلم ہے۔ پوری امت مسلمہ پر ظلم ہے۔ اس میں قوم وملک کی کوئی فلاح نہیں ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان اس باب میں بالکل حق کے برحق کی خلاف ورزی اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی میں فلاح ہو بھی کیسے سکتی ہے؟

وآخردعونا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.